درایت حدیث میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت: ایک علمی جائزہ

A Scholarly Review of ‘Āyesha’s Comprehension in Ḥadīth Knowing

ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری[i] محمد صفی اللہ صفی[ii]

Abstract

Ḥadīths of the Prophet Muḥammad (SAW) is the 2nd basic origin and the functional translation of Qurān as well. The defense of Ḥadīth is made possible because of Ṣaḥāba (R.A), Ṭābi‘īn and Ṭaba‘ Ṭābi‘īn. They conveyed all those Ḥadīth constantly as it as to the three generations continuously. In Ṣaḥāba (R.A) there were few persons who narrated thousands of Ḥadīth. In which ‘Āyesha (RA) is the second in the list, who narrated 2210 Ḥadīth. But her comprehension, interpretation in narratives is more distinct and can be distinguished from others. We have discussed all these qualities in this research article. Not only she narrated the Ḥadīth but also interpreted the Islamic law by making correspondence of hadith by word and deed with events and historical stories. The main theme of thin study is that, what was ‘Āyesha (RA) criteria in obtaining and acceptance of Ḥadīth. From all these discussion it can be concluded that ‘Āyesha (RA) interpreted all the narrations on the basis of her own experience, observations and according to the rules and regulations of Qurān and sunnah. She tested and explained the Ḥadīth not only she narrated but also interpreted which is the solid proof of her comprehension. In this article ‘Āyesha’s inverstigation and comprehension of Ḥadīth were discussed in detail.

Keyword: ‘Āyesha, Ḥadīth, Knowing of Hadith, Comprehension.

تعارف

آپ کا نام عائشہ، لقب صدیقہ کنیت ام عبداللہ اور خطاب ام المؤمنین ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے: عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد ابن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ ولادت میں اختلاف ہے۔ ہاں اتنی

i ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

ii پی ایچ۔ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈر یلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

بات پر اتفاق ہے کہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے چھ سال کی تھیں اور 6 سال کی عمر میں ہی نکاح ہوا[1] ۔ شوال یکم ہجری میں آپ کی 9سال میں رخصتی ہوئی اور 18 سال کی عمر میں 11 ہجری کو بیوہ ہوئیں۔ وائل کی بیوی نے دودھ پلایا تھا[2]۔اور بچپن ہی سے نہایت ذہین وفطین اور عمدہ ذکاوت کی مالک تھیں لڑکپن میں آپ کھیل کی بہت شوقین تھیں اور محلہ کی لڑکیاں ہر وقت ان کے پا س کھیل کود کے لئے آیا کرتیں۔ لیکن اس لڑکپن میں بھی نبی کریم ﷺ کا ادب ہر لحاظ سے ملحوظ رہتا۔ایک دفعہ آپ کے پاس گڑیا تھی ان میں ایک پر رکھنے والا گھوڑا تھا نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے تو عائشہ نے یوں فرمایا کہ سلیمان کے گھوڑوں کے تو پر تھے آپ ﷺ اس پر بے ساختہ مسکرا دیئے[3]۔

عائشہ صدیقہ کو ازواج مطہرات میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ آپ کی ذات، شریعت کے رازوں، کلام اللہ کی معرفت، سنت نبوی ﷺ کی فہم وبصیرت سے کامل طور پر بہرہ اندوز تھی۔ علم واجتہاد میں نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی آپ کی ذات ممتاز نظر آتی ہے۔

کتاب وسنت، فقہ واحکام،ادب ولغت، عرب کے کلام کے علاوہ احادیث رسول ﷺ کی روایت ودرایت میں بھی آپ صحابہ وصحابیات میں بلند مقام رکھتی ہیں۔ خصوصاً روایتِاحادیث میں آپ کا شمار مکثرین صحابہ میں ہوتی ہے۔ آپ فطری طور پر ذہین اور طاقتور حافظہ کی مالکہ تھیں۔اس کے علاوہ کلام نبوت کا فہم وادراک، سمجھ استعداد بھی حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی روایات میں احتیاط، ضبطِ تام اور کمال درجہ میں ہیں۔

اخذِ روایات میں آپ بہت احتیاط برتی ہیں اور روایتِ حدیث کے انہوں نے اصول اخذ کیے ہیں۔ آپ کی روایت کی تعداد 2210 (دوہزار دوسو دس)ہیں۔ان میں سے اکثر روایات سے روایت کے اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مگر آپ کا سب سے عظیم کام روایت حدیث کیساتھ ساتھ درایت حدیث بھی ہے۔ حضرت عائشہؓ کو فہم وذکاء کے اللہ تعالیٰ کی عطیہ سے وافر حصہ ملا تھا۔انہوں نے اس دولت عظمیٰ سے فن حدیث میں فائدہ اٹھایا۔متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کے بناء پر کسی مسئلے کا استنباط کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی ذاتی واقفیت کی بناء پر اسکو رد کر دیا یا اس روایت کے قبول کرنے اور اس سے اخذ کرنے کو ناقابل اعتبار سمجھا۔

زیر تحقیقی موضوع "درایت حدیث میں عائشہؓ کی فقاہت" میں ایسی ہی درایتی وروایتی اصولوں کو آپ کی روایات سے اخذ کرنا مقصود ہے۔ تاکہ ایسے رہنما اصول منضبط ہو جائیں جن سے آئندہ مدد لی جاسکے۔ اور نقدِ احادیث کے مستند داخلی وخارجی اصول کا استخراج ہوسکے۔

علم درایت کا مفہوم

اصطلاحی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہر قول، فعل یا تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے[4]۔اس نسبت کو پرکھنے کیلئے اہل علم نے جو معیار مقرر کیا ہے۔اس کو اصول درایت یا علم درایت کہا جاتا ہے[5]۔

روایت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو"روی یروی" سے مشتق ہے۔اس سے مراد نقل کرنا یا بیان کرنا ہے[6]۔علوم الحدیث میں اس سے مراد آپ ﷺ کے اقوال،افعال اور احوال کو نقل کرنا اور دوسروں کی طرف منتقلی کی غرض سے بیان کرنا ہے[7]۔

لغوی معنی

درایت کی لغوی معنی" معرفت " [8] کے ہیں۔یعنی سمجھ بوجھ اور پہچان۔

اصطلاحی معنی

اصطلاحی طور پر درایت کے دو مفہوم بیان کیے جاتے ہیں۔ اور دونوں کا تعلق راوی اور مروی دونوں کی جان پہچان اور معرفت سے ہے۔

امام ابن جماعۃ فرماتے ہیں:

علم الحديث علم بقوانين يعرف بهاأحوال السند والمتن[9]

"درایتی علمِ حدیث ان قوانین کے علم کو کہتے ہیں۔جن کے ذریعے سند اور متن (راوی اور مروی) دونوں کے احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہیں۔"

محمد بن صالح العثیمین تحریر کرتے ہیں۔

علم الحديث درايةفهوعلم يُبحث فيه عن أحوال الراوي والمروي من حيث القبول والرد[10]

"درایت حدیث وہ علم ہے۔جس میں حدیث کے متن اور اس کی سند سے متعلق گفتگو ہوتی ہیں۔اور حدیث کی صحت وسقم کا پتہ چلتا ہے۔نیز جو ضروری چیزیں ہیں۔ان کے متعلق علم ہوتا ہے۔"

طاہر بن صالح الجزائری الدمشقی فرماتے ہیں۔

علم درايةالحديث علم يتعرف منه أنواع الرواية وأحكامها وشروط الرواة وأصناف المرويات واستخراج معانيها ويحتاج إلى مايحتاج إليه[11]

"درایت حدیث وہ علم ہے۔جس سے راوی کی شرطیں،اقسام روایت اور اسکے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔نیز اس سے مرویات کی اقسام اور ان کے معانی کے استخراج کا پتہ چلتا ہے۔"

ضوابط واصول درایت

علوم الحدیث کے فنی ماہرین نے احادیث کی صحت کو پرکھنے کیلئے متن اور سند دونوں سے متعلق ایک معیار مقرر فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ "متن" اصل حدیث اور سند تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

وَكَثِيرًا مَا يَحْكُمُونَ بِذَلِكَ أَيْ بِالْوَضْعِ بِاعْتِبَارِ أُمُورٍ تَرْجِعُ إِلَى الْمَرْوِيِّ وَأَلْفَاظِ الْحَدِيثِ[12]

"بسااوقات حدیث پر جعلی ہونے کا حکم ان امور کی وجہ سے لگایا جاتا ہے۔ جن کا تعلق مروی یعنی متن حدیث اور الفاظ حدیث سے ہوتا ہے۔"

نبوی کریم ﷺ کی سنت سے درایت کا ثبوت

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

إِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيثَ عَنِّي تَعْرِفُهُ قُلُوبُكُمْ، وَتَلِينُ لَهُ أَشْعَارُكُمْ، وَأَبْشَارُكُمْ، وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ قَرِيبٌ، فَأَنَا أَوْلَاكُمْ بِهِ، وَإِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيثَ عَنِّي تُنْكِرُهُ قُلُوبُكُمْ، وَتَنْفِرُ أَشْعَارُكُمْ، وَأَبْشَارُكُمْ، وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ بَعِيدٌ فَأَنَا أَبْعَدُكُمْ مِنْهُ[13]

"جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس سے تمہارے دل کو انسیت ہو۔ اور بال اور کھال اس سے متاثر ہوں اور تم اس کو اپنے سے قریب سمجھو تو میں اس کا تم سے زیادہ حقدار ہوں۔ اور جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس کو تمہارے دل قبول نہ کریں۔ اور تمہارے بال اور کھال اس سے وحشت زدہ ہوں۔ اور اپنے سے اس کو دور سمجھو تو میں تمہاری نسبت سے اس سے زیادہ دوری کا مستحق ہوں۔"

اقوال صحابہ کرام سے درایت کا ثبوت

قال رسول اللہ صلى الله عليه وسلم الوضوءمما مست النار ولو منثوراً قط"[14]

"جس چیز کو آگ چھوئے اس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ وہ پنیر کا ٹکڑا ہی ہو۔"

تو ابن عباس نے فرمایا"

أن توضأمن الدهن؟أن توضأمن الحميم؟[15]

"کیا ہم چکناہٹ اور گرم پانی کے استعمال کرنے کے بعد بھی وضو کریں گے۔"

محدثین کرام کے اقوال سے درایت کا ثبوت

محدثین نے اصول روایت کے ساتھ ساتھ اصول درایت کا خاص خیال رکھا ہے۔ اور ہر روایت میں درایت کے قواعد اور ضوابط کا لحاظ رکھ کر قبول یا رد کیا ہے۔ جیسے شیخ ابواسحاق شیرازی فرماتے ہیں:

إذا روي الخبر ثقة رد بأمور:

أحدها: أن يخالف موجبات العقول فيعلم بطلانه لأن الشرع إنما يرد بمجوزات العقول وأما بخلاف العقول فلا.

والثاني: أن يخالف نص كتاب أو سنة متواترة فيعلم أنه لا أصل له أو منسوخ.

والثالث: أن يخالف الإجماع فيستدل به على أنه منسوخ أو لا أصل له لأنه لا يجوز أن يكون صحيحا غير منسوخ وتجمع الأمة على خلافه.

والرابع: أن ينفرد الواحد برواية ما يجب على الكافة علمه فيدل ذلك على أنه لا أصل له لأنه لا يجوز أن يكون له أصل وينفرد هو بعلمه من بين الخلق العظيم.

والخامس: أن ينفرد برواية ما جرت العادة أن ينقله أهل التواتر فلا يقبل لأنه لا يجوز أن ينفرد في مثل هذا بالرواية فأما إذا ورد مخالفا للقياس أو أنفرد الواحد برواية ما يعم به البلوى لم يرد وقد حكينا الخلاف في ذلك فأغنى عن الإعادة[16].

"ثقہ راوی کی روایت ان پانچ امور کی وجہ سے رد کیا جاتا ہے۔

1. وہ روایت جو مقتضیات عقل کیخلاف ہو۔اس کا باطل ہونا ظاہر ہے۔کیونکہ شرع مجوزات عقل کے مطابق ہے نہ کہ اس کے خلاف

2. کتاب اللہ کی کسی نص، یا سنت متواتر کیخلاف ہو۔تو سمجھا جائے گا۔کہ اس کی کوئی اصل نہیں یا وہ منسوخ ہے۔

3. اجماع امت کیخلاف ہو۔تو سمجھا جائے گا۔کہ بے بنیاد اور منسوخ ہے۔اسلئے کہ پوری امت کا عمل صحیح روایت کیخلاف نہیں ہو سکتا۔

4. ایک ہی شخص تنہا کوئی ایسی روایت بیان کرے جس کا علم لوگوں کی بڑی جماعت کو ہونا ضروری ہو۔ایسی روایت اس بات کا دلیل ہے۔کہ وہ بے اصل ہے۔کیونکہ اسکے اصل ہونے کا کوئی جواز نہیں، حالانکہ خلق عظیم میں صرف ایک آدمی کو ہی اس کا علم ہے۔

5. راوی تنہا ایسی روایت بیان کرے جس کو عادتاً اہل تواتر کے ذریعہ مروی ہونا چاہئے۔اسلئے کہ اس قسم کی روایت میں وہ منفرد نہیں رہ سکتا۔ہاں اگر قیاس یا متداول عمل کیخلاف ہو تو اس صورت میں قابل لحاظ ہے۔"

علامہ ابن الجوزیؒ کہتے ہیں:

"المنكريقشعرمنه جلدطالب العلم وينفرمنه قلبه في الغالب وعن ببذلك الممارسل ألفاظ الشارع الخبيربها وبرونقهاوبهجتها"[17]

"موضوع اور منکر روایت کے پڑھنے سے پڑھنے والے کے جسم اور دل پر ایک خاص قسم کا اثر ہو جاتا ہے جس سے وہ سمجھ جاتا ہے۔کہ روایت صحیح نہیں۔لیکن یہ اثر اس شخص پر ہوتا ہے۔جس کو الفاظ کے استعمال کی اچھی خاصی مشق ہو گئی ہو۔اور ان الفاظ کی رونق اور خوبصورتی سے واقف ہو گیا ہو۔"

مکثرین صحابہ میں عائشہؓ کا درجہ

صحابہ کرام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ایک ایسی جماعت سے نوازا تھا۔جس نے آپ کے اقوال وافعال کی حفاظت کی مقدور بھر کوشش کی۔تمام صحابہ کرام نے اپنی اپنی فرصت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی

رفاقت میں رہ کر آپ کے اقوال وافعال کو محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ اور پھر غائبین کو پہنچایا۔ بعض صحابہ کرام کو زیادہ مواقع نصیب ہوئے اور بعض نے نبی کریم ﷺ کی رفاقت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔ گویا کہ انہیں آپ ﷺ کی رفاقت کے علاوہ کچھ مطلوب ہی نہ تھا۔ ایسے افراد نے آپ ﷺ کے اقوال وافعال کا ایک وسیع ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اور پھر دنیا میں طویل مدت تک رہے اور رسول اللہ ﷺ سے حاصل شدہ علم کی خوب نشر واشاعت کی ایسے صحابہ کرام کو مکثرین عن رسول اللہ ﷺ یعنی مکثرین صحابہؓ کا نام دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ان میں سے ایک تھی۔

امام بن حزمؒ نے ان مکثرین حدیث رسول کو ان کی تعداد روایات کے اعتبار سے ترتیب دیتے ہوئے سب سے پہلے ابوہریرہؓ کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان سے مروی روایات کی تعداد کئی ہزار تک ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی کل روایات پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ان افراد کا ذکر کیا ہے۔ جن سے دو ہزار سے زیادہ احادیث رسول مروی ہیں۔ ان میں عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ اور عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں[18]۔ عبداللہ بن عمرؓ سے دو ہزار چھ سو تیس (2630) احادیث رسول ﷺ مروی ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ نے دو ہزار دو سو چھیاسی (2286) احادیث رسول روایت کیا ہے۔ عائشہؓ سے روایت ہونے والی احادیث رسول ﷺ کی تعداد دو ہزار دو سو دس (2210) ہیں۔ ان صحابہ کرامؓ کا ذکر کرنے کے بعد امام ابن حزمؒ نے ان افراد کا ذکر کیا ہے۔ جن سے ایک ہزار سے زائد احادیث رسول ﷺ مروی ہیں۔ ان میں عبداللہ بن عباسؓ، جابر بن عبداللہؓ اور ابوسعید خدریؓ شامل ہیں[19]۔

عبداللہ بن عباسؓ ایک ہزار چھ سو ساٹھ (1660) احادیث رسول ﷺ کے راوی ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ایک ہزار پانچ سو چالیس (1540) احادیث رسول کو روایت کیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری کی روایت کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار ایک سو ستر (1170) ہیں[20]۔ ائمہ کرام کے ان اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ دو ہزار دو سو دس احادیث رسول ﷺ کی راویہ ہیں۔

کتب صحاح ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) میں روایت کرنے والے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا جائے تو ان میں حضرت عائشہ صدیقہ کی دوسری نمبر ہیں۔

پہلے نمبر پر حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ نے اپنی کتابوں میں ان کی تین ہزار تین سو ستر (3370) احادیث رسول ﷺ روایت کی ہیں۔ دوسرا نمبر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہے۔ کتب صحاح ستہ میں ان سے دو ہزار اکیاسی

(2081) احادیث رسول ﷺ روایت کی گئی ہیں[21]۔ عائشہؓ کے مکثرین صحابہؓ میں دوسرے نمبر پر ہونے کی تائید الشیخ احمد شاکرؒ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ میں زیادہ احادیث رسول ﷺ کو روایت کرنے والے حضرت ابوہریرہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں[22]۔"

امام ذہبی فرماتے ہیں:

عائشہؓ کی روایت کردہ متفق علیہا روایات کی تعداد ایک سو چوہتر (174) ہے۔ جن میں سے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں چون (54) روایت نقل کی ہیں۔ اور امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں چھیانوے (96) روایات کو نقل کی ہیں۔ دونوں کتابوں کی متفق علیہا اور افرادی طور پر روایت کردہ روایات کی کل تعداد دو سو ننانونے (299) ہو جاتی ہیں[23]۔"

مسند اسحاق بن راہویہ میں عائشہؓ کی روایات کی کل تعداد ایک ہزار دو سو بہتر (1272) ہے۔ جن میں سے بعض روایات مکرر بھی ہیں[24]۔ جبکہ مسند احمد بن حنبل میں عائشہؓ کی روایات ایک ہزار دو سو ستتر (1277) ہے[25]۔

مرویات عائشہ صدیقہؓ کا درایتی اسلوب

احادیث نبوی کے ضبط تحریر میں لانے کا عمل رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، عمر فاروقؓ، علی المرتضیٰؓ، ابو شاہ یمنیؓ اور اس طرح بہت سارے نام تاریخ حدیث میں محفوظ ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے شاگردوں میں صحیفہ ہمام بن منبہ اور دیگر کئی لوگوں کے نام اب صیغہ راز میں نہیں ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں جب مدینہ منورہ کے شعبہ قضاء پر ابو بکر بن عمرو بن حزم الانصاری مامور تھے۔ اور اپنی خالہ عمرہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اور عمرہ حضرت عائشہؓ کی شاگرد تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس ابو بکر بن عمرو بن حزم الانصاری کے نام فرمان بھیجا کہ وہ عمرہ کی روایات تحریر کر کے ان کے پاس بھجوا دیں۔

ام المومنین عائشہؓ سے منقول آراء اور روایات کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہیں۔ کہ کتاب و سنت کے نصوص در حقیقت دلائل اور حجت ہیں۔ اور فقہ ان دلائل سے استنباط اور ان کے نتائج کا نام ہے۔ ان قرآنی آیات اور احادیث کے متون و نصوص سے نیز فتاویٰ اور ارشادات سے ام المومنین عائشہ کے فقہی مقام کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے فقہ اور قیاس کے اصول معلوم ہوتے ہیں۔ اور بالخصوص اخذ و قبول روایات میں آپ کا درایتی معیار کا اندازہ ہوتا ہے۔

عہد نبوت میں رسالت مآب ﷺ کی ذات ہی علم اور ارشاد کا مرجع تھا۔ اس مبارک عہد کے بعد خلفائے راشدین اور تمام اکبر صحابہ کرام کے مشورے سے آنے والے مسائل کا حل ڈھونڈتے رہے۔ اور امت کی رہنمائی کرتے

رہے۔ حضرت عثمان کے عہد میں فتنوں نے سر اٹھایا۔ اور لوگ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ، طائف، دمشق اور بصرہ جا کر بسنا شروع کیا۔ حضرت علی نے کوفہ کو دار الحکومت بنایا۔ اور اس طرح علوم و معارف نبوت کے حاملین مدینہ منورہ سے باہر منتشر ہونا شروع ہوئے۔ البتہ کاشانہ نبوی ﷺ کی وجہ سے مدینہ منورہ پھر بھی ایک عظیم مرکز کے طور پر قائم رہا۔ اس دور میں اکابر صحابہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہی فقہ اور افتاء کے مسند پر جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔ غیر منصوص احکام کے فیصلہ میں ان چاروں بزرگوں کے پیش نظر مختلف اصول تھے۔ ابن عمر و اور ابوہریرہ کا مسلک یہ تھا۔ کہ پیش آمدہ مسائل کے متعلق اگر کتاب و سنت سے کوئی جواب معلوم ہوتا تو سائل کو بتلا دیتے۔ لیکن اگر کوئی آیت، حدیث یا خلفاء راشدین کا اثر معلوم نہ ہوتا تو خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ جبکہ ابن عباس ایسی صورت حال میں سابقہ نظائر پر قیاس کر کے اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ سناتے جبکہ حضرت عائشہؓ کے استنباط کا اصول یہ تھا۔ کہ وہ سب سے پہلے قرآن مجید پر نظر ڈالتیں۔ ناکامی کی صورت میں احادیث کی طرف متوجہ ہوتیں۔ پھر قیاس عقلی کا درجہ تھا۔ اب ہم مختصر آئینوں کے مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ج. قرآن سے استنباط کا اسلوب

عائشہ صدیقہؓ کا قرآن سے استنباط اسلوب کا پتہ ان دو مثالوں سے معلوم ہوتا ہیں: جیسے ایک دفعہ کسی نے متعہ کے بارے میں آپ کی رائے پوچھی[26] تو آپ نے اس قرآنی آیت کا حوالہ دے کر متعہ کو ناجائز بتلایا:

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوْجِهُمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّاعَلٰى اَزْوَاجِهُمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيرُ مَلُوْمِينَ فَمَنِ ابْتَغٰي وَرَائَذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمْ الْعٰدُوْنَ[27]

"یعنی جو لوگ اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن اپنی بیویوں کیساتھ یا باندیوں کیساتھ تو ان پر کوئی ملامت نہیں۔ اور جس نے اس کے علاوہ کوئی راہ ڈھونڈی تو وہ زیادتی کرنے والے ہیں۔"

دوسری مثال

قرآن مجید میں مطلقہ عورت کو تین قروء تک انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی (وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَقُرُوْءٍ) قروء کے معنی میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی ایک بھتیجی کو طلاق دیئے جانے پر "تین طہر" سے اس کی تشریح کی اور فرمایا۔ کہ ثلاثۃ قروء صحیح ہے۔ لیکن جانتے ہو قروء کیا ہے۔ قروء سے مراد طہر ہے[28]۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ فقہاء مدینہ نے عائشہؓ کی رائے تسلیم کیا ہے[29]۔

ح. حدیث نبوی ﷺ سے استنباط کا اسلوب

قرآنِ نصوص کی اس تعبیر و تشریح کیساتھ ساتھ حضرت عائشہؓ کا رویہ احادیث نبوی کے بارے میں بھی ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ اگر شوہر بیوی کو طلاق لینے کا اختیار دے دیں اور بیوی اس اختیار کو واپس کر کے اپنے شوہر ہی کو قبول کرلے تو کیا بیوی پر کوئی طلاق پڑے گی۔ حضرت علی اور حضرت زید کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ عائشہؓ کے نزدیک اس صورت میں ایک بھی واقع نہ ہوگی۔ اس ثبوت میں انہوں نے تخییر کا واقعہ پیش کیا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا۔ کہ خواہ دنیا قبول کریں یا کاشانہ نبوت میں رہ کر فقر و فاقہ پسند کریں۔ سب نے دوسری صورت پسند کی۔ کیا اس سے ازواج مطہرات پر ایک طلاق واقع ہو گئی[30]؟

خ. قیاس عقلی سے استنباط کا اسلوب

قیاس عقلی سے مقصود یہ ہے۔ کہ جو علماء شریعت اور علوم دینی کے ماہر ہیں۔ کتاب و سنت کی ممارست سے ان میں یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ان کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔ تو وہ اس ملکہ کی بناء پر سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اگر رسول ﷺ زندہ ہوتے تو اس کا یہ جواب دیتے۔ شریعت کے نظائر اور فیصلوں سے حضرت عائشہؓ کو بہت آگاہی تھیں۔ اس لئے ان کے قیاسِ عقلی کی غلطی کی بہت کم امید ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عموماً عورتیں مسجدوں میں آتی تھیں اور جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتی تھیں۔ مردوں کے بعد بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صفیں ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ نے عام حکم دیا تھا۔

قَالَ لاَتَمْنَعُواإِمَاءَاللَّهِ مَسَاجِدَاللَّهِ[31]

"اللہ کی لونڈیوں کو مسجدوں سے روکا نہ کرو۔"

عہد نبوت کے بعد مختلف قوموں کے میل جول، تمدن کی وسعت اور دولت کی فراوانی کے سبب عورتوں میں زیب وزینت اور رنگینی آچکی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اگر آج آنحضرت محمد ﷺ زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ خاص الفاظ یہ ہیں۔

عَن عَمْرَة عَن عَائِشَةَرَضِي اللَّه عَنْهَا قَالَتْ لَوْأَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَاأَحْدَثَ النِّسَاءُلَمَنَعَهُنَّ كَمَامُنِعَتْ نِسَاءُبَنِي إِسْرَائِيلَ[32]

"عمرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا: عورتوں نے اب نئی باتیں پیدا کی ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ اس زمانہ میں ہوتے اور دیکھتے تو جس طرح یہود کی عورتیں مسجدوں میں آنے سے روک دی گئی ہیں۔ یہ بھی روک دی جاتیں"۔

اس رائے پر گو اس وقت عمل نہ ہوا۔ لیکن اس استنباط کا منشاء وہی قیاس عقلی ہے۔

شرعی غسل کے ضروری ہونے کیلئے خروج ماء کی ضرورت ہے یا نہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے۔ ضروری ہے:

عن جابربن زيد قال بلغني عن أبي بن كعب قال قال رسولالله صلى الله عليه وسلم الماءمن الماءيعني لايكون الغسل على الرجل حتى ينزل ولو التقى الختانان[33]

حضرت عائشہ نے سنا تو پہلے اس کے خلاف ایک حدیث پیش کی:

قالت عائشة وأم سلمة زوجا النبي صلى الله عليه وسلم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل ذلك ويغتسل ويأمرنساءه بالغسل ويقول إذاالتقى الختانان فال غسل واجب أنزل الرجل أولم ينزل[34]

اس کے بعد فرمایا۔ اگر کوئی ناجائز فعل کا مرتکب ہو۔ اور خروج ماء نہ ہو۔ تو رجم کروگے پھر غسل کیوں نہ ضروری ہو۔

عائشہؓ کے اصولِ درایت

حدیث کے اخذ اور قبول کے لئے عہد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام میں کوئی خاص اصول وضع نہیں ہوئے تھے۔ مگر معروف طریقے سے ہٹ کر کوئی روایت کی جانے والی احادیث یا شرعی قواعد وضوابط سے مختلف پیغام دینے والی روایات کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ اور بعض اوقات مستند افراد سے منسوب روایات کو بھی مسترد کر دیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں عائشہ صدیقہؓ نے اپنے ہم عصر صحابہ کرام یا روایت کرنے والے افراد پر استدرکات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درج ذیل وجوہ پر قائم کیے گئے تھے۔ سیّد سلیمان ندوی اپنی تالیف سیرت عائشہؓ میں اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ہم ان استدراکات کی بنیاد پر سیدہ عائشہؓ کے ہاں حدیث کے اخذ و قبول کیلئے درج ذیل اصول وضوابط کا تعین کر سکتے ہیں۔ جن کو دلیل بنا کر آپ نے مختلف صحابہ کرام کی کچھ روایات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور روایان کرام کی تصحیح اور تصویب فرمائی۔ جبکہ بعض روایات میں غلط فہمیوں کا ازالہ بھی فرمایا۔ چند نمونے بطور مثال پیش کی جاتی ہیں:

قرآن پاک کے خلاف کوئی بھی روایت حجت نہیں

اخذ و قبول حدیث میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا بنیادی اصول یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ روایت خلافِ نصوص قرآنی نہ ہو۔ اس قاعدے کی بنیاد پر آپ نے کئی روایات کو قبول کرنے سے انکار فرمایا۔

1. عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس کی روایت کردہ ایک حدیث إِنَّ الْمَيِّت لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِأَهْلِهِ عَلَيْهِ[35] (یعنی مردہ پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے) جب آپ کے سامنے سنائی گئی۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا، کہ آنحضرت محمد ﷺ نے یہ کبھی بھی نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى[36] بلکہ اصل واقعہ یوں ہیں۔ إِنَّمَامَرَّالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى قَبْرٍفَقَال إِنَّ صَاحِبَ هَذَاالْيُعَذَّبُ وَأَهْلُهُ يَبْكُونَ عَلَيْهِ[37] کہ ایک دن آپ ایک یہودی عورت کے جنازے کے قریب سے گزرے جبکہ اس کے عزیز و اقارب اس پر ماتم کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ روتے ہیں۔ اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ ام المومنین عائشہؓ کا مطلب یہ تھا۔ کہ رونا سبب عذاب نہیں ہیں۔ بلکہ یہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔ یعنی نوحہ کرنے والے اس کی موت پر روتے ہیں اور مرنے والا اپنے گزشتہ اعمال کے سبب سزا میں مبتلا ہے۔

2. أَنَّ رَجُلَيْنِ، دَخَلَا عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَا: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُولُ: " إِنَّمَا الطِّيَرَةُ فِي الْمَرْأَةِ، وَالدَّابَّةِ، وَالدَّارِ " قَالَ: فَطَارَتْ شِقَّةٌ مِنْهَا فِي السَّمَاءِ، وَشِقَّةٌ فِي الْأَرْضِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى أَبِي الْقَاسِمِ مَا هَكَذَا كَانَ يَقُولُ، وَلَكِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: " كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ: الطِّيَرَةُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالدَّابَّةِ " ثُمَّ قَرَأَتْ عَائِشَةُ: {مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ[38]

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ بدشگونی تین چیزوں میں ہیں۔ عورت، گھوڑے اور گھر میں۔ یہ روایت جب عائشہؓ نے سن کر فرمایا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ابو ہریرہؓ نے آدھی بات سنی ہے اور آدھی بات نہیں سنی رسول اللہ ﷺ یہ جملہ کہہ چکے تھے۔ کہ ابو ہریرہؓ پہنچے آپ نے فرمایا: یہود کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہیں۔ عورت، گھوڑے اور گھر میں پھر یہ آیت تلاوت کی: مَااَصَاب مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّافِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَها[39]۔"

3. ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے کعب احبارؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دیکھا۔ مسروق تابعی نے حضرت عائشہؓ سے جا کر پوچھا کہ امی جان! کیا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا تم ایسی بات کہہ رہے ہو جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جو بھی تم سے یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا وہ جھوٹ کہتا ہے[40]۔ پھر یہ آیت پڑھی: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُوَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وهواللَّطِيفُ الْخَبِيرُ[41] "نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ کہ وہ ذات لطیف اور دانا ہے۔" پھر دوسری آیت پڑھی: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُكَلِّمَه اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاىِٔ حِجَاب اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِىَ بِاِذْنِه مَايَشَاءُ[42] "کسی بشر کی مجال نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہو مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے۔"

سخن فہمی

اللہ تعالیٰ نے عائشہؓ کو فہم وذکا کا بڑا وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ صحابہ کرام میں سے بعض اوقات راوی کسی معاملے کو صحیح حالت میں نہیں سمجھ پاسکا تو عائشہؓ نے ان کی تصحیح کرکے معاملے کی حقیقت واضح فرمائی جیسا کہ:

1. ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک عورت نے ایک بلی باندھ دی تھی۔ نہ اسکو خود کھلاتے تھے اور نہ چرنے چگنے دیتی تھی۔ یہاں تک وہ بھوک کے مارے مر گئی تو اس کو اس بناء پر عذاب ہوا۔ ایک روز ابوہریرہؓ آپ سے ملنے آئے تو فرمانے لگیں۔ تم ایک بلی کے بدلے ایک عورت کے عذاب کی روایت بیان کرتے ہو۔ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ فرمایا۔ اللہ کی نظر میں ایک مومن کی ذات اس سے بہت بلند ہے۔ کہ ایک بلی کیلئے اس پر عذاب کرے۔ وہ عورت اس گناہ کیساتھ ساتھ کافرہ بھی تھی۔ اے ابوہریرہؓ! جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات روایت کرو تو دیکھو کہ کیا کہتے ہیں[43]؟
2. ابوداؤد کے علاوہ باقی تمام صحاح میں یہ حدیث مذکور ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ کو بکری کی دستی کا گوشت بہت پسند تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ دستی کا گوشت فی نفسہ پسند کرنے کی بات نہ تھی۔ کہ گوشت روز روز نہیں ملتا تھا۔ اور دستی کا گوشت پکنے میں آسان تھا۔ اسلئے آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے[44]۔

مشاہدہ اور تجربہ

بیوی اور شریک حیات اپنے شوہر کے بارے میں بہت کچھ ایسا جانتی ہے۔ جو عام لوگ نہیں جانتے۔ ام المومنین عائشہؓ بھی اس حوالے سے رسول اکرم ﷺ کے اندرون خانہ معاملات اور تصرفات کو دوسروں کی بنسبت زیادہ بہتر سمجھتی تھی۔ کئی مسائل ایسے ہیں۔ جن میں صحابی کرام نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کی لیکن عائشہ نے ذاتی علم، آگاہی اور واقفیت کی بنیاد پر اس کو رد کر دیا جیسا کہ:

1. ابن عمر فتویٰ دیتے تھے کہ عورت کو نہاتے وقت چوٹی کھول کر بالوں کو بگھونا ضروری ہیں۔ عائشہؓ نے سنا تو فرمایا۔ وہ عورتوں کو یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہ اپنے چوٹے منڈوالیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہاتی تھی اور بال نہیں کھلتی تھی[45]۔
2. ابن عمر تقبیل کے بعد وضو کرنے کا حکم دیتے تھے۔ عائشہؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ بوسہ لینے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔ یہ کہہ کر مسکرائیں[46]۔

حافظہ اور یاد اشت کی قوت

حافظہ اور یاد کی قوت بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان ہوتا ہے۔ کسی کسی کو یہ طاقت غیر معمولی طور پر دی جاتی ہیں۔ ام المومنین عائشہؓ بھی اس دولت سے بدرجہ اتم مالا مال تھی۔ لڑکپن میں کھیلتے کھیلتے بھی اگر کوئی آیت ان کے کانوں سے ٹکرائی تو یاد رہ گئی۔ آپ ﷺ کے کئی روایات پر جرح کی ہے۔ قبول نہیں کیا ہے یا تصحیح اور تصویب فرمائی ہے۔ جیسا کہ:

1. سعد ابن ابی وقاصؓ نے جب وفات پائی تو ام المومنین عائشہؓ نے چاہا کہ مسجد میں ان کا جنازہ آئے۔ تو وہ بھی نماز میں شریک ہوں۔ اس پر لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔ لوگ کس قدر جلدی بھول جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے سہیل بن بیضا کا جنازہ مسجد میں پڑھایا تھا[47]
2. ابن عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے۔ لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ بات بیان کی تو فرمایا: اللہ عبدالرحمان پر رحم کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ مہینہ کبھی 29 دن کا بھی ہوتا ہے[48]۔

خلاصہ بحث

درایت حدیث میں عائشہؓ کی فقاہت، سخن فہمی اور حقیقت شناسی کے گزشتہ صفحات سے ہم نے درج ذیل نتائج آخذ کئے کہ ام المومنین عائشہؓ صحابی کرام کے درمیان احادیث نبوی کی روایت کے سلسلے میں مکثرین میں سے تھیں۔ آپ کی مرویات کی تعداد 2210 ہے جو امام بخاری، امام مسلم اور کئی دیگر مستند مجموعہ احادیث میں منقول ہیں۔ فقاہت کی بنیاد پر آپ کی مرویات دوسرے صحابہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ آپ سیاق وسباق کی روشنی میں روایات کو نقل کرتی تھیں۔ ہر روایت کی صحیح تفسیر، تعلیل، توجیہ اور تاویل کر کے ہر قسم کے ابہام اور اشکلات سے صاف روایت کو جمع کر کے نقل کرتی تھیں۔ کسی کی ملامت کی پرواکئے بغیر نصوص شرعیہ میں مدلل انداز کے ساتھ اپنی رائے پیش کرتی تھیں۔ عائشہؓ کی شمار ایک فقیہ اور عالمہ دین کی ہے جو دین کے سارے اصول وضوابط کی روشنی میں رسول مقبول ﷺ کے ارشادات کی تشریح اور توضیح فرماتی تھیں۔ اور کتاب وسنت سے مستنبط جملہ احکام کو محض عقیدت کی بجائے عقل وفہم اور محسوس انداز سے سمجھانے کی کوشش کی۔ اور اس میدان میں آپ کے ہم عصر مکثرین روایت صحابہ کرام میں صرف عبداللہ بن عباسؓ آپ کے ہم پایہ نظر آتے ہیں۔ ساری اُمت آپ کے اس علمی مقام، ذہانت، سخن فہمی، کاشانہ نبوت ﷺ کے اندرونی احوال سے صحیح واقفیت، تجربہ ومشاہدہ اور تاریخی حقائق سے بہرہ مندی، عقل وفہم کی بنیاد پر حاصل استنباطِ استعداد اور کتاب وسنت کے جملہ اصول وکلیات سے واقفیت، کی تعریف کرتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن سعد، طبقات ابن سعد (بیروت: دار صادر (س۔ن)) 8: 40

2 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (بیروت: دار ابن کثیر، الیمامۃ (1422ھ) 1: 320

3 ابن الأثیر، أسد الغابۃ (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1423ھ) 1: 1383

4 ڈاکٹر محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث (قاہرہ: مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع (س۔ن) ص: 9

5 الدمشقی، طاہر الجزائری، توجیہ النظر إلی أصول الأثر (حلب: مکتبۃ المطبوعات الإسلامیۃ، 1990ء) 1: 87

6 الحسینی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواہر القاموس (بیروت: دار الہدایۃ، 2003ء) 38: 41

7 توجیہ النظر إلی أصول الأثر 1: 792

8 الأفریقی، محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب (بیروت: دار صادر—بیروت، ج 14، ص 254

9 عتر، نور الدین، منہج النقد فی علوم الحدیث (دمشق: دار الفکر، 1433ھ) 1: 32

10 العثیمین، محمد بن صالح، شرح المنظومۃ البیقونیۃ فی مصطلح الحدیث (بیروت: دار الثریا للنشر 1980ء) 1: 12

11 توجیہ النظر الی اصول الاثر 1: 87

12 سخاوی، شمس الدین محمد، فتح المغیث (لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2003ء) 1: 268

13 أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ) حدیث (16058)

14 الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی (بیروت: دار إحیاء التراث العربی (س۔ن) حدیث (79)

15 سنن الترمذی، حدیث (79)

16 الشیرازی، أبو إسحاق إبراہیم بن علی، اللمع فی أصول الفقہ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، (س۔ن) 1: 45

17 ابن جوزی، کتاب الموضوعات (مطبع وسن اشاعت نامعلوم) 1: 103

18 الأندلسی، علی بن أحمد بن سعید بن حزم، جوامع السیرۃ (مصر: دار المعارف (س۔ن) ص: 275-276

19 نفس مصدر

20 جوامع السیرۃ: 275-276

21 المزی، أبو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن، تحفۃ الأشراف بمعرفۃ الأطراف (بیروت: المکتب الإسلامی (س۔ن) 9: 262

22 مختصر علوم الحدیث : 185

23 الذہبی، شمس الدین محمد بن أحمد، تنقیح کتاب التحقیق فی أحادیث (ریاض: دار الوطن (س۔ن) 1: 37

24 راہویہ، إسحاق بن إبراہیم، مسند إسحاق بن راہویہ (المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الإیمان، 1422ھ) 2: 75

25 مسند الإمام أحمد بن حنبل6: 29

26 بیہقی، أحمد بن الحسین بن علی، السنن الكبرى وفي ذیله الجوهر النقي (حیدر آباد: مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة في الهند، 2003ء)7: 206

27 سورۃ المومنون23 :5- 7

28 الأصبحی، مالک بن أنس، موطاالامام مالک (دمشق: دار القلم، 1403ھ)2: 552

29 المالکی، محمد عبد الغنی الباجقنی، الوجیز المیسر فی أصول الفقه (حلب: مکتبہ ابن تیمیہ (س-ن)1: 28

30 صحیح البخاری، حدیث(4930)

31 أبو داود، سلیمان بن الأشعث، سنن أبی داود (بیروت: دار الکتاب العربی (س-ن) حدیث(565)

32 صحیح البخاری، حدیث(869)

33 الربیع بن حبیب، الجامع الصحیح (بیروت: دار الحکمة، مکتبة الاستقامة، 1990ء)1: 65

34 نفس مصدر

35 سنن أبی داود، حدیث(3131)

36 سورۃ الانعام6: 165

37 سورۃ الانعام6: 165

38 مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث(26088)

39 سورۃ الحدید57: 22

40 الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تأویل القرآن (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1421ھ)12: 16

41 سورۃ الانعام6: 103

42 سورۃ الشوریٰ42 :51

43 القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ (بیروت: دار الفکر (س-ن)3: 112

44 سنن الترمذی1: 116

45 النسائی، أحمد بن شعیب أبو عبد الرحمن، سنن النسائی (حلب: مکتب المطبوعات الإسلامیة، 2003ء)1: 203

46 أبو حاتم، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1431ھ)8: 309

47 امام مسلم، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (بیروت: دار طوق النجاۃ (س-ن)2: 668

48 سنن الترمذی3: 73